ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

وسائل معیشت کی تقسیم اور درجات میں تفاوت: منتخب اردو تفسیری ادب کا مطالعہ

Distribution of resources and differences in economic levels: A study of selected Urdu exegetical literature

مقالہ نگار: حافظ ثمامہ، محمد احمد بلال، حافظ محمد عمران

ایم فل اسلامک اسٹڈیز، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Abstract

Allah Almighty created this universe and adorned this universe system with many qualities. One of these qualities is the difference in ranks between mankind, in which many wisdoms of Allah are hidden. This mutual disparity in grades is due to the difference in people's resources and economy. On further reflection, it is also known that the distribution of resources of the economy is based on the capabilities of humans. In short, as a person meditates on it, he continues to walk on the path of faith, embracing the virtues of this natural system. In this article, a few lines will be written on the same topic in the context of this verse:

{أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ }

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور اس نظام کائنات کو بہت سی خوبیوں سے مزین کر دیا۔ انہی خوبیوں میں سے ایک بنی نوع انسان کے درمیان مراتب و درجات میں تفاوت کا ہونا ہے، کہ جس میں باری تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں۔ درجات میں یہ باہمی تفاوت لوگوں کے وسائل معیشت کے مختلف ہونے کیوجہ سے ہے۔ مزید غوروفکر کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وسائل معیشت کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں موجود صلاحیتوں کی بنا پر ہے۔ مختصر یہ کہ جوں جوں انسان اس میں غوروفکر کرتا جاتا ہے تو وہ اس فطری نظام کی خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے یقین کی منزل پر رواں دواں رہتا ہے۔ اس آرٹیکل میں اسی موضوع پر چند سطریں آیت {أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ } کے ضمن میں تحریر کی جائیں گی۔

آیت کا پس منظر

زیر نظر آیت بنیادی طور پر مشرکین کے رسول اللہ ﷺ پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ اسی لئے اس آیت کے سبب نزول یا سبب ورود کو سمجھنا لازمی ہے، تاکہ آیت کا صحیح فہم حاصل ہو سکے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

آپ ﷺ کی ذات پر قریش کے اعتراضات: قریش مکہ کا پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ ہم جیسا ایک بشر رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر جب انہیں دلائل کیساتھ سمجھایا گیا کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے اور تم لوگوں کی ہدایت کیلئے تمہاری زبان

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

جاننے والا ہی رسول ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا تو اب دوسرا اعتراض یہ جڑ دیا کہ مکہ اور طائف دو مرکزی شہر ہیں۔ مکہ کا رئیس ولید بن مغیرہ تھا اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے، ان شہروں کا کوئی بڑا آدمی رسول بن جاتا تو بھی کوئی بات تھی۔ بھلا رسول بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی آدمی ملا جو یتیم پیدا ہوا تھا اور جس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ کسی قبیلے یا خاندان کی سربراہی[1]۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے

ان آیات میں باری تعالیٰ نے مشرکین عرب کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے جو وہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر کیا کرتے تھے۔ دراصل شروع میں تو وہ یہ باور کرنے پر ہی تیار نہ تھے کہ اللہ کا کوئی رسول انسان ہو سکتا ہے، چنانچہ اُن کا یہ اعتراض قرآن کریم نے جابجا ذکر فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو ہم رسول کیسے مان لیں جبکہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے ہیں؟ لیکن جب متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ صرف نبی ﷺ ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ سب انسان ہی تھے، تو اب انھوں نے پینترا بدل کر یہ اعتراض کیا کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت سونپنی تھی تو حضور ﷺ مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں ہیں، یہ منصب حضور ﷺ کی بجائے مکہ اور طائف کے کسی بڑے دولتمند اور صاحب جاہ و منصب انسان کو کیوں نہیں دیا گیا؟[2] گویا کہ کفار مکہ کے بقول کوئی بشر رسول ہی نہیں بن سکتا۔ جب یہ سمجھا دیا گیا تو پھر اعتراض کیا کہ نبی یا رسول بننے کا اہل وہ شخص ہے جو بڑے جاہ و جلال والا ہو، مال و دولت کی فراوانی اور کسی بڑے منصب پر فائز ہو۔ اور اس کیلئے انہوں نے اس سرزمین کی دو مشہور شہروں سے کچھ نام بھی پیش کئے۔

تفسیر تبیان القرآن میں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردیؒ (المتوفی ۴۵۰ھ) نے لکھا ہے کہ ان دو شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور مکہ کے بڑے آدمی کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد الولید بن المغیرہ ہے۔

۲۔ مجاہدؒ نے کہا: اس سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے۔

اور طائف کے بڑے آدمی کے متعلق چار قول ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حبیب بن عمر ثقفی ہے۔

۲۔ مجاہدؒ نے کہا: اس سے مراد عمیر بن عبد یالیل ثقفی ہے۔

---

[1] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، **تفسیر ابن کثیر**، مترجم: خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی، ۴/ ۱۶۷۔۱۶۸

[2] مفتی شفیع، **معارف القرآن** (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، اکتوبر ۲۰۱۶ء)، ۷/ ۷۲۷۔۷۲۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

۳۔ قتادہؒ نے کہا: اس سے مراد عروہ بن مسعود ہے۔

۴۔ المھدیؒ نے کہا: اس سے مراد کنانہ عبد بن عمرو ہے۔[3]

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل کی، جس کا مفہوم یوں ہے کہ کیا یہ لوگ آپ ﷺ کے رب کی رحمت کی تقسیم کا استحقاق رکھتے ہیں؟ رب کی رحمت یعنی نبوت کی تقسیم تو دور کی بات ہے، جبکہ ان کی صورت حال یوں ہے کہ دنیا میں اپنا ذریعہ روزگار بھی خود منتخب نہیں کر سکتے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ کس غلط فہمی میں پڑے ہوئے؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس رسول (ﷺ) کو نبوت عطا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا کہ نبوت و رسالت کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ نبوت تو خیر بہت بڑی چیز ہے، دوسرے انعامات بھی اللہ تعالیٰ نے جس جس کو دیئے ہیں ان میں بھی ان کا کچھ عمل دخل نہیں[4]۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے

مشرکین کے اس اعتراض کے باری تعالیٰ نے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب مذکورہ آیتوں میں سے دوسری آیت میں اور دوسرا جواب اگلی آیات میں دیا گیا ہے اسکی تشریح بھی وہیں آئے گی۔ اس پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تمھیں اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت کا منصب کس کو دے رہا ہے اور کسی کو نہیں دے رہا؟ نبوت کی تقسیم تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ کسی کو نبی بنانے سے پہلے تم سے رائے لی جائے، یہ کام کلیۃً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اپنی عظیم مصلحتوں کیمطابق اسے انجام دیتا ہے۔ تمھارا وجود اور عقل و شعور اس عظیم کام کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ تقسیم نبوت کا کام تمھارے سپرد کر دیا جاتا۔[5]

تفسیر تیسیر القرآن میں لکھا ہے

اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الٰہی کے یہ مالک ہیں؟ جو یہ اس تقسیم کرنے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت وہ جسے جب جتنا چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی علم ہے کہ رسالت الٰہی کا حقدار صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اس کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے

---

[3] سعیدی، غلام رسول، **تبیان القرآن**، ۱۰/ ۶۷۹

[4] ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین، **تفسیر ابن کثیر**، مترجم: خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی، ۴/ ۱۶۷۔۱۶۸

[5] مفتی شفیع، **معارف القرآن** (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، اکتوبر ۲۰۱۶ء)، ۷/ ۷۲۷۔۷۲۸

زیادہ پاک دل ہو سب سے زیادہ پاک نفس ہو۔سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت الہی کے تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں۔وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں۔[6]

گزشتہ ذکر کی گئی تفسیری عبارات سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

1) آیت[أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ---] اصل میں ایک اعتراض کا جواب ہے، جو کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ پر قریش کی جانب سے کیا گیا کہ منصب نبوت اگر دیا جائے تو ایسے شخص کو جو اس کا اہل ہے، جو اثر ورسوخ کا مالک ہو، سردار اور مالدار ہو، لوگوں پر اس کا رعب ہو اور صاحب جاہ و منصب انسان ہو۔اسی سوچ کے تحت انہوں نے چند لوگوں کے نام بھی پیش کئے۔

2) باری تعالیٰ نے جوابا یہ واضح فرمایا کہ منصب نبوت کیلئے ظاہری ومادی چیزوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور نہ ہی یہ ہماری سنت ہے، بلکہ ایسا شخص اس نبوت کا اہل ہے جو تمام روحانی فضائل و کمالات سے متصف ہو، جس کی سیرت و کردار کی پاکدامنی اظہر من الشمس ہو۔ اکفار مکہ کا ناطقہ یوں بند کیا کہ تمہیں ان امور کے بارے رائے دینے کا کوئی حق ہے اور نہ ہی تم اس کی اہلیت رکھتے ہو۔منصب نبوت عطا کرنا خالصتا باری تعالی کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کو اس میں اعتراض کرنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[7] یعنی وہ اپنی رحمت (نبوت و رسالت) کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تقسیم کا { رَحْمَتَ رَبِّكَ اور مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا } کیساتھ تعلق:

آیت کے آغاز میں اللہ رب العزت نے قریش مکہ کے گئے اعتراض کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی احسن انداز سے اپنی رحمت (یعنی نبوت) کی تقسیم واعطاء کا ذکر کیا ہے اور ضمنا اس بات کا اشارہ بھی دیا ہے کہ نبوت ایک وھبی چیز ہے۔ آیت کے آغاز میں ہمزہ استفہام ہے، جو کہ یہاں بطور استفہام انکاری مستعمل ہے۔ معنی یہ ہے کہ وہ بالکل بھی آپ کے رب کی رحمت کی تقسیم کا حق نہیں رکھتے۔ ساتھ ہی باری تعالی نے دنیاوی زندگی میں لوگوں کی تقسیمِ معیشت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ کی رحمت اور دنیاوی زندگی میں معیشت (روزی) کی تقسیم کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ یا دونوں کے اکٹھا ذکر کرنے میں اللہ رب العزت کی کونسی حکمتیں پنہاں ہیں؟ ذیل میں مفسرین کے اقوال کی روشنی میں ان امور کا جائزہ لیتے ہیں۔

---

[6] کیلانی، عبد الرحمان، **تیسر القرآن**، ۴/ ۱۲۲

[7] آل عمران ۳:۷۴

Vol.5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے

" (باری تعالیٰ مشرکین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان سے مخاطب ہیں کہ) نبوت کی تقسیم تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ کسی کو نبی بنانے سے پہلے تم سے رائے لی جائے، یہ کام کلیۃً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اپنی عظیم مصلحتوں کیمطابق اسے انجام دیتاہے۔ تمھاراوجود اور عقل وشعور اس عظیم کام کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ تقسیم نبوت کا کام تمھارے سپرد کر دیا جاتا۔ اور نبوت کی تقسیم تو بہت اونچے درجہ کی چیز ہے، تمھاری حیثیت، وجود وشعور تو اسکا بھی متحمل نہیں کہ خود تمھاری معیشت اور سامان معیشت کی تقسیم کا کام تمھارے سپرد کیا جاسکے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسا کیا گیاتو تم ایک دن بھی نظام عالم کو نہ چلاسکو گے اور سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائیگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی میں تمھاری روزی کی تقسیم بھی تمھارے ذمہ نہیں رکھی بلکہ تقسیم معیشت کا کام خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جب یہ ادنی درجہ کا کام تمھارے حوالہ نہیں کیا جاسکتا تو نبوت کی تقسیم جیسا عظیم کام تمھارے حوالہ کیسے کر دیا جائے؟"[8]

تفسیر تدبر قرآن میں لکھا ہے

"یہ ان فراعنہ کی رعونت کا جواب ہے کہ ان کی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالی کی تمام نعمتوں کا اجارہ دار وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ انہی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس نعمت سے جس کو چاہیں نوازیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں، حالانکہ اس دنیا میں بھی ان کو جو وسائل معیشت حاصل ہوئے ہیں، خدا ہی کی تقسیم سے حاصل ہوئے ہیں، انہوں نے خود حاصل نہیں کئے۔ اگر یہ خود حاصل کر لینے والے ہوتے تو ان اغنیاء کے درمیان درجات و مراتب کا تفاوت کیوں ہوتا! اپنے اختیار میں معاملہ ہوتے ہوئے کوئی خود اس بات پر کیوں راضی ہوتا کہ وہ کسی پہلو سے دوسرے سے فروتر ہو کر رہے۔ اپنی خواہش کے خلاف یہ فرق مراتب اس بات کی نہایت واضح دلیل ہے کہ تقسیم کا معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ کسی اور ہی کے ہاتھ میں ہے جو اپنی صواب دید اور حکمت کے مطابق جس کو چاہتا ہے زیادہ دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔"[9]

گویا اللہ رب العزت کی مقدس کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا ہر جزء ایکدوسرے کیساتھ مربوط ہے۔ قرآن مجید کی ہر سورہ دوسری سورہ کیساتھ، ہر آیت دوسری آیت کیساتھ، یہاں تک کہ آیت کے مختلف اجزاء بھی آپس میں ایک خاص پیرائے میں مربوط نظر آتے ہیں۔ گزشتہ تفسیری عبارات اس نکتہ کو واضح کرتی ہیں کہ رب کی رحمت کی تقسیم اور وسائل معیشت کی تقسیم کا آپس میں کیا تعلق ہے، کیونکہ دونوں کیساتھ تقسیم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس بارے مفسرین کی علمی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سب سے بڑے اور عظیم منصب کا موازنہ اس چیز سے کیا ہے کہ جس کی اللہ رب العزت کے ہاں کوئی قدر و قیمت

---

[8] مفتی شفیع، **معارف القرآن** (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، اکتوبر ۲۰۱۶ء)، ۷/ ۷۲۷-۷۲۸

[9] اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن** (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹)، ۷/ ۵۲۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

نہیں ہے، لیکن دنیاوالوں کے ہاں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ واضح کیاہے کہ جسے تم نے معیار نبوت سمجھاہے کہ اس کی میرے ہاں کوئی وقعت نہیں، نہ ہی یہ کسی کو منصب نبوت سے سرفراز کرنے کاپیمانہ ہے۔

اس پر مزید یہ کہ دنیا جس کی میرے ہاں کوئی قدروقیمت نہیں، جب اس کی تقسیم کا معاملہ تمہارے سپرد نہیں کیا، تو نبوت و رسالت جو کہ قابل قدر منصب وعہدہ ہے، اسے سونپنے کا اختیار تمہیں کیسے دے دوں؟ تم اس لائق نہیں ہو اور نہ ہی تمہیں اس بارے کسی بھی قسم کی بات کرنے کا اختیار ہے۔

وسائل معیشت کی تقسیم اور درجات میں تفاوت:

اللہ رب العزت نے دنیاوی زندگی میں وسائل معیشت کی تقسیم کا معاملہ خود اپنے زیر انتظام رکھا اور اسے بخوبی چلا رہاہے۔ اور خالق ومالک ہی ایک ایسی ذات ہے جو اس لائق ہے کہ وہ اس نظام کو چلائے، کیونکہ اس کی بنیادی وجہ ایک یہ ہے وہی مدبر الامر علی کل شیئ قدیر ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے علاوہ یا اس کیساتھ کوئی اور بھی ہو جو اس نظام کو چلانے میں اس کا معاون بنے تو یہ دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے { لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا } یعنی اگر اس دنیاجہاں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی الہٰ ہوتا تو زمین و آسماں کا نظام فساد کا شکار ہو جاتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے اس نظام معیشت کو خود سنبھالا ہے۔ اور نظام معیشت کی تدبیر کرتے ہوئے انسانوں کے روزگار کی احسن انداز میں تقسیم کی ہے۔ اور اسی تقسیم کا نتیجہ ہے کا لوگوں کے مراتب میں تفاوت موجود ہے۔ گویا کہ یہ چند چیزیں اس نظام معیشت کی خوبی ہیں:

ا۔ وسائل معیشت کی تقسیم باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کے اختیار میں نہیں، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دنیا میں ہر شخص کے پاس وسائل معیشت مختلف ہیں، کسی کے پاس کم تو کسی کے ہاں زیادہ، کوئی امیر ہے تو کوئی غریب۔ اگر یہ لوگوں کے اختیار میں ہوتا تو ہر شخص امیر ہوتا یا اپنی خواہش کے مطابق وسائل کو بروئے کار لاتا۔

۲۔ وسائل معیشت کی تقسیم کی مانند درجات کی تقسیم بھی باری تعالیٰ نے خود اپنے اختیار میں رکھی ہے اور آیت {وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ} میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ مزید برآں یہ فیصلہ کرنا انسانی عقل سے ماوراء ہے کہ کس شخص کے کتنے حقوق وفرائض ہیں کہ جس کی مناسبت سے اسے روزی عطا کی جائے اور ایک اعلیٰ طبقہ کے انسان اور کمتر انسان کے درجات میں کتنا تفاوت رکھا جائے۔

۳۔ وسائل معیشت کی تقسیم میں اختلاف کے باعث لوگوں کے درجات میں تفاوت بھی ایک لازمی امر ہے۔ کوئی امیر زادہ ہے تو دوسرا مفلس و تنگدست، کوئی کند ذہن ہے تو دوسرا فہم ثاقب کا مالک ہے، کسی میں فطری صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں تو کوئی اس اعطائے ربانی سے محروم اور اسی طرح کوئی سلیم الفطرت و سلیم الاعضاء ہے جبکہ دوسرا جسمانی طور پر مفلوج و فطرت سے کوسوں دور ہے۔ غرضیکہ سب کچھ تقسیم خداوندی کا نتیجہ ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

۴۔ درجات میں تفاوت بر قرار رکھنے میں اللہ رب العزت کی گوناگوں حکمتیں و مصلحتیں پنہاں ہیں، جنہیں انسانی عقل مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہے، البتہ یہ امر بالکل عیاں ہے کہ اس سب میں بنیادی امر لوگوں کی ابتلاء و آزمائش ہے، تاکہ مطیع و فرمانبردار اور عاصی کے درمیان فرق واضح ہو سکے، تاکہ معلوم ہو سکے کون اس خدائی زمین پر، خدا کی دی ہوئی حیاۃ طیبہ کو تصرف میں لاتے ہوئے، خدائی تقسیم پر راضی ہوتے ہوئے یقین و ایمان کی کٹھن وادیوں سے گزرتا ہوا {وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ} کا مصداق بنتا ہے اور کون اپنے خالق و مالک کو بھلا کر قرآنی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے لعین و ملعون شیطان کا متبع بنتا ہوا {لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ} میں اپنا شمار کرواتا ہے۔

تفسیر احسن الکلام میں لکھا ہے:

"معیشتھم سے مراد ان کی دنیا کی زندگی کے اسباب ہیں، جب یہ تقسیم اللہ تعالی کے اختیار میں ہے اس وجہ سے ایک کم عقل سادہ انسان وہ مالدار اور دوسرا عقلمند لیکن وہ غریب ہوگا اور اس طرح کبھی انسان مال کمانے کیلئے سارے طریقے اور حیلے استعمال کرتا ہے لیکن اس کو مال حاصل نہیں ہوتا اور کبھی ایک انسان کو بغیر تکلیف کے زیادہ مال حاصل ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اختیار و تصرف اللہ تعالی کے پاس ہے اور تقسیم کی دلیل یہ ہے {وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ} یعنی بعض غنی بعض فقیر، کوئی آزاد تو کوئی غلام، کچھ بادشاہ تو کچھ رعیت، کچھ عقلمند اور کچھ بے عقوف یہ سب اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔ لیتخذ بعضھم بعضا سخریا حکمت درجات بندی یعنی مالداری اور غریب بنانے میں یہ ہے کہ بعض بعضوں کیلئے خادم، نوکر اور مزدور ہوتے ہیں تو تب دنیا کا نظام چلے گا اس معنی میں سخریا مسخر سے لیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ لام عاقبت کا ہے اور سخریا کا معنی یہ ہے کہ اس کا مذاق اڑایا جا سکتا ہے یعنی اس تفاوت کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ مالدار غریب کا مذاق اڑاتا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں مساوات کے نظریہ کا رد ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مال میں تمام لوگ برابر ہونے چاہئیں مالدار اور غریب کے مرتبے اس میں نہ ہونا اچھا نظام ہے اور کوئی کہتا ہے کہ مالداری اور فقیری یہ ظالموں کا نظام ہے، یہ تقسیم تو اللہ تعالی نے نہیں کی۔ جبکہ اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ تفاوت کے ساتھ تقسیم یہ میرا نظام ہے اور اس کی حکمت بھی ذکر کی کہ اگر تمام لوگ مال میں مساوی ہو جائیں تو پھر لوگ ایک دوسرے کے کام نہیں آتے اور کوئی کسی کا خادم نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے"[10]

آیت کے آغاز اور اختتام میں { رَحْمَتَ رَبِّكَ } کے ذکر کرنے کی حکمت

باری تعالیٰ نے آیت کے آغاز اور اختتام میں اپنی رحمت کا ذکر کیا ہے۔ یہ کلام میں ایک خاص اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی علامت ہوتی ہے۔ اور یہ امر لازم و ملزوم ہے کہ اس میں باری تعالیٰ کی کئی حکمتیں پنہاں ہو سکتی ہیں، جنہیں ہماری ناقص

[10] رستمی، عبد السلام، **تفسیر احسن الکلام**، مترجم: نصیب شاہ سلفی منجاکوٹی (کراچی، مکتبہ محمدیہ حاجی کیمپ سلطان آباد، ۲۰۲۱)، ۵/ ۴۲۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

عقل سمجھنے سے قاصر ہے، لیکن مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم وصلاحیت کے مطابق اس بارے میں کچھ سپردِ قلم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گویا اللہ رب العزت نے دنیاجہاں کی تمام نعمتوں کا موازنہ اپنی اس رحمت سے کیا ہے جو کہ خاص طور پر انبیاء کو عطا ہوتی ہے، اور یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی رحمت (نبوت) کے سامنے دنیا جہان کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ کسی کے ہاں دنیا کی تمام نعمتوں کا ہونا اس بات کو لازم وملزوم نہیں کہ اس شخص کو نبوت سے بھی سرفراز کیا جائے گا۔ نبوت کی عطاء کیلئے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال وجاہ شرط قرار نہیں دیا۔

تفسیر تبیان القرآن میں لکھاہے:

"اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں " ایک تفسیر یہ ہے کہ اس رحمت سے مراد نبوت ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس رحمت سے مراد جنت ہے اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ تمام فرائض کی ادائیگی بکثرت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے، چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں کو جو اجر عطا فرمائے وہ اس سے بہتر ہے جو بندے اس سے اپنے اعمال کی جزاء کو طلب کریں۔

کفار مکہ نے یہ کہا تھا کہ قرآن کسی عظیم آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا، ان کا یہ کہنا اس لیے غلط اور باطل تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ عظیم آدمی وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس مال و دولت زیادہ ہو اور جس کے ماتحت زیادہ آدمی ہوں اور جس کے پاس اسلحہ اور ہتھیار بہت ہوں، ان کا یہ سمجھنا غلط اور باطل تھا، ان چیزوں سے کوئی شخص بڑا آدمی نہیں بنتا۔ بڑا آدمی اور عظیم انسان وہ شخص ہوتا ہے جس کا کردار عظیم ہو جس کے اخلاق بلند ہوں، جس کو دنیا صادق اور امین کے نام سے پہچانتی ہو جو یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتا ہو، جو کمزوروں کا سہارا ہو، جو پاکباز اور عفت مآب ہو، جو مہمانوں کی تکریم کرتا ہو مظلوموں کی دادرسی کرتا ہو، جو جان کے دشمنوں پر بھی قابو پانے کے بعد ان کو معاف کر دیتا ہو، جو حق بات کہتا ہو جو اس قدر بہادر ہو کہ حق بات کے خلاف بڑی سے بڑی طاقت اس کو جھکا نہ سکتی ہو اور مکہ اور طائف کی دو پہاڑیوں کے درمیان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا ان صفات کا حامل اور کوئی نہیں تھا، ریگ زار عرب کا ذرہ ذرہ ان پر شاہد عادل ہے کہ ایسا عظیم انسان اور اتنا بڑا آدمی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا تو پھر قرآن مجید آپ پر ہی نازل ہونا تھا۔"

تفسیر ضیاء القرآن میں لکھاہے:

"اے محبوب! تیرے رب کریم کی خصوصی رحمت یعنی منصب رسالت وختم نبوت جس سے اس نے آپ کو سرفراز فرمایا ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کے قارونوں کے خزانوں کی کیا حیثیت؟" رحمت ربك" کے کلمات میں کیا لطف ہے! رب تو وہ سارے جہانوں کا ہے، لیکن اس کی شان ربوبیت کی جو خصوصی نسبت آپ کی ذات سے ہے وہ تو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ میں نے اس حصے سے بتا دیا کہ جب معیشت دنیا کی تقسیم میں ان کا کوئی دخل نہیں تو نبوت تو بڑی ہی قیمتی اور گراں بہا متاع ہے اسکی بخشش میں ان کی رائے کون پوچھتا ہے۔"